تمہید

ہم کو بھی کیا کیا مزے کی داستانیں یاد تھیں
لیکن اب تمہید ذکر درد و ماتم ہو گئیں

ناظرین! شان نزول اس قصے کی یہ ہے کہ دس بارہ برس کا ذکر ہے، میرے ایک دوست منشی احمد حسن صاحب اطراف دہلی کے رہنے والے بہ طریق سیر و سیاحت لکھنو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے چوک میں سید حسین کے پھاٹک کے پاس ایک کمرہ کرائے پر لیا تھا۔ یہاں اکثر احباب سر شام آ بیٹھتے تھے۔ بہت ہی لطف کی صحبت ہوتی تھی۔ منشی صاحب کا مذاق شعر فہمی اعلیٰ درجے کا تھا۔ خود بھی کبھی کبھی کچھ کہہ لیتے تھے اور اچھا کہتے تھے، لیکن زیادہ تر ان کو سننے کا شوق تھا، اس لیے اکثر شعر و سخن کا چرچا رہتا تھا۔ اسی کمرے کے برابر ایک اور کمرہ تھا۔ اس میں ایک طوائف رہتی تھی۔ بود و باش کا طریقہ اور رنڈیوں سے بالکل علیحدہ تھا۔ نہ کبھی کسی نے کمرے پر سر راہ بیٹھے دیکھا، نہ وہاں کسی کی آمد و رفت تھی۔ دروازوں میں دن رات پردے پڑے رہتے تھے۔ چوک کی طرف نکاس کا دروازہ بالکل مقفل رہتا تھا۔ گلی کی جانب ایک اور دروازہ تھا، اسی سے نوکر چاکر آتے جاتے تھے۔ اگر کبھی کبھی رات کو گانے کی آواز نہ آیا کرتی تو یہ بھی نہ معلوم ہوتا کہ اس کمرے میں کوئی رہتا بھی ہے یا نہیں۔ جس کمرے میں ہم لوگوں کی نشست تھی اس میں ایک چھوٹی سی کھڑکی لگی تھی، مگر اس میں کرّا پڑا ہوا تھا۔ ایک دن حسب معمول احباب کا جلسہ تھا۔ کوئی غزل پڑھ رہا تھا، احباب داد دے رہے تھے۔ اتنے میں میں نے ایک شعر پڑھا۔ اس کھڑکی کی طرف سے واہ وا کی آواز آئی۔ میں چپ ہو گیا، اور احباب بھی اسی طرف متوجہ ہو گئے۔ منشی احمد حسن نے پکار کے کہا۔ "غائبانہ تعریف ٹھیک نہیں، اگر شوق شعر و سخن ہے تو جلسے میں تشریف لائیے۔" اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ میں پھر غزل پڑھنے لگا، بات، رفت گزشت ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مہری آئی۔ اس نے پہلے سب کو سلام کیا، پھر یہ کہا۔ "مرزا رسوا کون صاحب ہیں؟" احباب نے

مجھے بتا دیا۔ مہری نے کہا "بیوی نے ذرا آپ کو بلایا ہے۔" میں نے کہا "کون بیوی؟" مہری نے کہا "بیوی نے کہہ دیا ہے نام نہ بتانا، آگے جو آپ کا حکم ہو۔" مجھے مہری کے ساتھ جانے میں تامل ہوا۔ احباب مجھ سے مذاق کرنے لگے، "ہاں صاحب! جاتے کیوں نہیں، کبھی کی صاحب سلامت ہے جب تو اس طرح بلا بھیجا۔" میں دل میں غور کر رہا تھا کون صاحب ایسی بے تکلف ہیں۔ ادھر مہری نے کہا، "حضور! بیوی آپ کو اچھی طرح جانتی ہیں، جب تو بلا بھیجا۔" آخر جانا ہی پڑا۔ جا کے جو دیکھا، معلوم ہوا، آہ ہا! امراؤ جان صاحب تشریف رکھتی ہیں۔

امراؤ جان:۔ (دیکھتے ہی) اللہ! مرزا صاحب! آپ تو ہمیں بھول ہی گئے۔

میں:۔ یہ معلوم کسے تھا کہ آپ کس کوہ قاف میں رہتی ہیں؟

امراؤ جان:۔ یوں تو میں اکثر آپ کی آواز سنا کرتی تھی مگر کبھی بلانے کی جرات نہ ہوئی۔ آج آپ کی غزل نے بے چین کر دیا۔ بے ساختہ منہ سے واہ وا نکل گیا۔ ادھر کسی صاحب نے کہا:۔ "یہاں آئیے۔" میں اپنی جگہ پر آپ ہی شرمندہ ہوئی۔ جی میں آیا چپ رہوں، مگر پھر دل نہ مانا۔ آخر اگلی خصوصیتوں کے لحاظ سے آپ کو تکلیف دی۔ معاف کیجیئے گا۔ ہاں وہ شعر ذرا پھر پڑھ دیجیئے۔

میں:۔ معاف تو کچھ بھی نہیں ہو گا اور نہ میں شعر سناؤں گا۔ اگر آپ کو شوق ہے تو وہیں تشریف لے چلیئے۔

امراؤ جان:۔ مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں، مگر یہ خیال ہے کہ صاحب خانہ یا اور کسی صاحب کو میرا جانا ناگوار نہ ہو۔

میں:۔ آپ کے حواس درست ہیں! بھلا ایسی جگہ میں آپ کو چلنے کے لیے کیوں کہتا؟ بے تکلف صحبت ہے، آپ کے جانے سے اور لطف ہو گا۔

امراؤ جان:۔ یہ تو سچ ہے، مگر کہیں زیادہ بے تکلفی نہ ہو؟

میں:۔ جی نہیں، وہاں میرے سوا کوئی آپ سے بے تکلف نہیں ہو سکتا۔

امراؤ جان:۔ اچھا تو کل آؤں گی۔

میں:۔ ابھی کیوں نہیں چلتیں؟

امراؤ جان:۔ اے ہے، ابھی؟ دیکھیے تو کس حیثیت سے بیٹھی ہوں!

میں:۔ وہاں کوئی مجرا تو ہے نہیں، بے تکلف صحبت ہے، چلی چلیے۔

امراؤ جان:۔ اوئی مرزا! آپ کی تو باتیں لاجواب ہوتی ہیں، اچھا چلیے میں آتی ہوں۔

میں اٹھ کے چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امراؤ جان صاحب ذرا کنگھی و نگھی کر کے کپڑے بدل کے آئیں۔

میں نے احباب سے چند الفاظ میں ان کے مزاق شعر و سخن اور کمال موسیقی وغیرہ کی تعریف کر دی تھی، لوگ مشتاق ہو گئے تھے۔ جب وہ تشریف لائیں تو یہ ٹھہری کہ سب صاحب اپنا اپنا کلام پڑھیں۔ خلاصہ یہ کہ بڑے لطف کا جلسہ ہوا۔ اس دن سے امراؤ جان اکثر شام کو چلی آتی تھیں۔ گھنٹہ دو گھنٹہ نشست رہتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کا جلسہ ہوا، کبھی انہوں نے کچھ گایا، احباب محظوظ ہوئے۔ ایسے ہی ایک جلسے کی کیفیت ہم یہاں لکھے دیتے ہیں۔ ان مشاعروں میں نہ کوئی طرح مقرر کی جاتی تھی اور نہ بہت سے لوگوں سے وعدے لیے جاتے تھے۔ صرف بے تکلف احباب جمع ہو جاتے تھے اور اپنی اپنی تازہ تصنیف غزلیں پڑھتے تھے۔

مشاعرہ

کس کو سنائیں حال دل زار اے ادا
آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

مرزا رسوا:۔ کیا کہنا بی امراؤ جان صاحب! یہ مقطع تو آپ نے حسب حال کہا ہے۔ اور شعر کیوں نہ پڑھے؟

امراؤ جان:۔ تسلیم مرزا صاحب! آپ کے سر کی قسم بس وہ مطلع یاد تھا اور یہ مقطع۔ خدا جانے کس زمانے کی غزل ہے۔ زبانی کہاں تک یاد رہے، بیاض نگوڑی گم ہو گئی۔

منشی صاحب:۔ اور وہ مطلع کیا تھا؟ ہم نے نہیں سنا۔

رسوا:۔ آپ تو اہتمام میں مصروف ہیں، سنے کون؟

اس میں شک نہیں کہ منشی صاحب نے آج کے جلسے کے لیے بڑے سلیقے سے انتظام کیا تھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ مہتابی پر دو گھڑی دن رہے سے چھڑکاؤ ہوا تھا، تاکہ شام تک زمین سرد ہو جائے۔ اسی پر دری بچھا کے اجلی چاندنی کا فرش کر دیا گیا تھا۔ کوری کوری صراحیاں پانی بھر کے کیوڑا ڈال کے منڈیر پر چنوا دی گئی تھیں۔ ان پر بالو کے آپ خورے ڈھکے ہوئے تھے۔ برف کا انتظام علیحدہ کیا گیا تھا۔ کاغذی ہانڈیوں میں سفید پانوں کی سات سات گلوریاں سرخ صافی میں لپیٹ کر کیوڑے میں بسا کر رکھ دی گئی تھیں۔ ڈھکنیوں پر تھوڑا تھوڑا کھانے کا خوشبودار تمباکو رکھ دیا تھا۔ ڈیڑھ حقے حقوں

کے نیچے ہیں پانی چھڑک چھڑک کر ہار لپیٹ دیئے تھے۔ چاندنی رات تھی، اس لیے روشنی کا انتظام زیادہ نہیں کرنا پڑا، صرف ایک سفید کنول دورے کے لیے روشن کر دیا گیا تھا۔ آٹھ بجتے بجتے سب احباب میر صاحب، آغا صاحب، خان صاحب، شیخ صاحب، پنڈت صاحب، وغیرہ وغیرہ تشریف لائے۔ پہلے شیر فالودے کے ایک ایک پیالے کا دور چلا، پھر شعر و سخن کا چرچا ہونے لگا۔

منشی صاحب:۔ تو پھر اہتمام آپ کیجیے، بندہ شعر سنے۔

رسوا:۔ معاف فرمائیے، یہ دردِ سر مجھ سے نہ ہو گا۔

منشی صاحب:۔ اچھا وہ مطلع کیا تھا،

امراؤ:۔ میں عرض کیے دیتی ہوں:

کعبے میں جا کے بھول گیا راہ دیر کی
ایمان بچ گیا، مرے مولا نے خیر کی

منشی صاحب:۔ خوب کہا ہے!

خان صاحب:۔ اچھا مطلع کہا ہے، مگر یہ "بھول گیا" کیوں؟

امراؤ جان:۔ تو کیا خان صاحب میں ریختی کہتی ہوں؟

خان صاحب:۔ مزا تو ریختی کا ہے۔ "میرے مولا نے خیر کی" آپ ہی کی زبان سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔

رسوا:۔ بس آپ کے حملے شروع ہو گئے، لے شعر سننے دیجیے۔ خان صاحب! دنیا میں اگر سب آپ ہی کے سے محقق ہو جائیں تو شعر گوئی کا مزا تشریف لے جائے!

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

خان صاحب:۔ (کسی قدر برے تیوروں سے) درست۔

رسوا:۔ امراؤ جان، اچھا تو کوئی اور غزل پڑھو!

امراؤ جان:۔ دیکھیے کچھ آئے تو عرض کروں۔

(تھوڑی دیر کے بعد)

شب فرقت بسر نہیں ہوتی
نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی

حضار جلسہ:۔ واہ وا! سبحان اللہ! کیا کہنا!

امراؤ جان:۔ (تسلیمیں کر کے) یہ شعر ملاحظہ ہو:

شور فریاد تا فلک پہنچا
مگر اس کو خبر نہیں ہوتی

رسوا:۔ کیا شعر کہا ہے! (حضار نے بھی تعریف کی)

امراؤ جان:۔ آپ کی عنایت ہے تسلیم، تسلیم!

تیرے کوچے کے بے نواؤں کو
ہوس مال و زر نہیں ہوتی

احباب:۔ تعریف

امراؤ:۔ تسلیم!

امراؤ جان:۔

جان دینا کسی پہ لازم تھا
زندگی یوں بسر نہیں ہوتی

رسوا:۔ واہ! خان صاحب یہ شعر ملاحظہ ہو۔

خان صاحب:۔ سبحان اللہ! حقیقت میں کیا شعر کہا ہے!

امراؤ جان:۔ (تسلیم) آپ سب صاحب قدر افزائی فرماتے ہیں۔

ع: ورنہ میں کیا مری حقیقت کیا

ہے یقیں وہ نہ آئیں گے پھر بھی
کب نگہ سوئے در نہیں ہوتی

خان صاحب:۔ یہ بھی خوب کہا!

پنڈت صاحب:۔ کیا طرز کلام ہے!

امراؤ:۔ (تسلیم کر کے)

اب کس امید پر نظر میری
شکوہ سنج اثر نہیں ہوتی

خان صاحب:۔ کیا اچھا کہا ہے! فارسیت ٹپک رہی ہے۔

منشی صاحب:۔ جو کچھ ہو، مضمون اچھا ہے۔

امراؤ:۔ تسلیم!

kitaabiyat.pk

ہم اسیران عشق کو، صیاد
ہوس بال و پر نہیں ہوتی

احباب:۔ تعریف

امراؤ:۔ تسلیم!

غلط انداز ہی سہی، وہ نظر
کیوں مرے حال پر نہیں ہوتی

خان صاحب:۔ ہاں ہونا تو چاہیئے۔ خوب کہا ہے!

امراؤ:۔ تسلیم! مقطع ملاحظہ ہو:

اے ادا ہم کبھی نہ مانیں گے
دل کو دل کی خبر نہیں ہوتی

خان صاحب:۔ کیا مقطع کہا ہے! یہ آپ اپنا تجربہ بیان کرتی ہیں؟ اور لوگوں کی رائے اس کے خلاف ہے۔

امراؤ:۔ ذاتی تجربہ جو کچھ ہو، میں نے تو ایک شاعرانہ مضمون کہا ہے۔

رسوا:۔ اچھا، ذرا پھر تو پڑھیے۔

امراؤ جان نے پھر پڑھا۔

رسوا:۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کے دونوں پہلو اس شعر سے نکلتے ہیں۔

خان صاحب:۔ واقعی مرزا صاحب کیا بات کہی!

احباب:۔ غزل از مطلع تا مقطع ایک رنگ میں ہے۔ اعلیٰ درجے کا مذاق ہے!

آغا صاحب:۔ نشست الفاظ تو ملاحظہ کیجیے!

پنڈت صاحب:۔ کیا درفشانی کی ہے!

امراؤ جان:۔ (کھڑی ہو کے) "تسلیم!"

منشی صاحب:۔ خان صاحب، اب آپ کچھ ارشاد کیجیے۔

خان صاحب:۔ حضرت! مجھے تو معاف کیجیے، کچھ یاد ہی نہیں آتا۔

رسوا:۔ کچھ تو پڑھیے۔

خان صاحب نے ایک مطلع اور دو شعر پڑھے:

حیف بنت العنب نہیں ملتی
ماہ میں ایک شب نہیں ملتی

رسوا:- کیا اچھا کنایہ ہے، یعنی شب چار دہم۔

خان صاحب:- تسلیم!

یوں تو ملتی ہے داد صنعت شعر
داد حسن طلب نہیں ملتی

خان صاحب:- تسلیم!

رسوا:- کیا کہنا! خوب فرمایا!

شوخیوں سے کسی کی، میری مراد
پہلے ملتی تھی، اب نہیں ملتی

رسوا:- لاجواب شعر کہا ہے۔

خان صاحب:- تسلیم!

اس کے بعد ایک صاحب تشریف لائے۔ آدمی کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔

خان صاحب:- یہ کون صاحب آتے ہیں؟ شب ماہ میں لالٹین کی کیا ضرورت تھی؟

نواب صاحب:- حضرت حماقت تو ہوئی، معاف کیجیے گا۔

خان صاحب:- اخاہ نواب صاحب! بہ حضور مضائقہ ندارد۔

نواب صاحب تشریف لائے، سب نے تعظیم کی۔ غزل پڑھنے کی فرمائش ہوئی۔

نواب صاحب:- میں تو آپ صاحبوں کا مشتاق ہو کے آیا ہوں، مجھے تو کچھ یاد داد نہیں۔

شیخ صاحب:- جناب غزل پڑھنا ہو گی۔

نواب صاحب:- اچھا، جو کچھ یاد آتا ہے، عرض کیے دیتا ہوں

دل میں کھب جائے گی قاتل کی ادا ایک نہ ایک
کارگر ہو گا کبھی تیر قضا ایک نہ ایک

احباب:- سبحان اللہ! واہ وا! کیا مطلع فرمایا ہے۔

نواب صاحب:- (جھک جھک کے تسلیمیں کرنے لگے) شعر ملاحظہ ہو:

کوئی حوروں پہ فدا، کوئی بتوں پر شیدا

ڈھونڈ ہی لیتے ہیں انسان، خدا ایک نہ ایک

احباب:۔ واہ! کیا شعر کہا ہے!

نواب صاحب:۔ تسلیم (اس کے بعد چپ ہو رہے)۔

رسوا:۔ اور کچھ ارشاد ہو۔

نواب صاحب:۔ واللہ! اب کچھ یاد ہی نہیں آتا۔

منشی صاحب:۔ پنڈت صاحب! اب آپ داد فصاحت دیجیے۔

پنڈت جی:۔ امثالاً للکلام دو تین شعر عرض کیے دیتا ہوں:

وصل میں ذکر عدو بھی دم بہ دم ہوتا رہا
شربت دیدار میرے حق میں سم ہوتا رہا

احباب:۔ تعریف

پنڈت جی:۔

زاہدا! دو دن سے چرچا حق پرستی کا ہوا
ورنہ کعبے میں سدا ذکر صنم ہوتا رہا

نواب صاحب:۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے، مگر خوب کہا ہے!

پنڈت صاحب:۔ کہیے یا نہ کہیے، مگر بات سچی ہے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو:

واعظا! کیوں سر جھکائے وہ کسی کے روبرو
جس کا سر نقش قدم پر اس کے خم ہوتا رہا

احباب:۔ تعریف

پنڈت جی:۔

زلف کی تعریف میں دفتر کے دفتر لکھ دیے
مو بہ مو حال پریشانی رقم ہوتا رہا

رسوا:۔ یہ خاص لکھنؤ کا مذاق ہے۔

پنڈت جی:۔ اور آپ دہلی کے کب ہیں؟

رسوا:۔ اچھا شعر پڑھیے، میں نے تو ایک بات کہی۔

پنڈت جی:۔

دل جو تھا پہلے گل نورستۂ باغ مراد
خار خار حسرت رنج و الم ہوتا رہا

نواب صاحب:۔ دیکھیے کیا شعر کہا ہے!

خان صاحب:۔ متانت الفاظ ملاحظہ ہو!

پنڈت جی:۔ تسلیم! مقطع ملاحظہ ہو:

شکریہ مخمور اس کا کب ادا تجھ سے ہوا
ہر نفس تجھ پر جو خالق کا کرم ہوتا رہا

خان صاحب:۔ سبحان اللہ! ہر نفسے کہ فرو می رود ممد حیات است و چوں بر می آید مفرح ذات۔

رسوا:۔ خان صاحب! آپ کے مارے تو شعر ہی پڑھنا مشکل ہے۔

احباب:۔ سبحان اللہ، کیا غزل فرمائی ہے!

پنڈت جی:۔ آپ کی عنایت، پرورش، بندہ نوازی۔ واللہ! یہ آپ ہی لوگوں کا صدقہ ہے۔

منشی صاحب:۔ شیخ صاحب! آپ بھی تو کچھ ارشاد کیجیے۔

شیخ صاحب:۔ (مسکرا کر) جی مجھے تو کچھ یاد نہیں۔

خان صاحب:۔ یاد نہیں، مگر ستر شعر کی غزل جیب میں ہو گی۔

شیخ صاحب:۔ واللہ نہیں، صرف چار شعر ابھی موزوں کر لیے ہیں۔

رسوا:۔ تو پھر پڑھتے کیوں نہیں!

شیخ صاحب:۔ عرض کیے دیتا ہوں۔

عرض وہ عرض ہے جس میں کوئی اصرار نہ ہو
بات وہ بات کہ جس بات سے انکار نہ ہو

احباب:۔ تعریف

شیخ صاحب:۔ تسلیم!

مثل یوسف سر بازار پڑے پھرتے ہو
کیا ہی شرماؤ اگر کوئی خریدار نہ ہو

رسوا:۔ کیا اچھا مذاق ہے!

شیخ صاحب:۔ تسلیم

kitaabiyat.pk

دل وہ اچھا جو حسینوں کی نظر میں نہ جچے
جنس وہ خوب، کوئی جس کا خریدار نہ ہو

خان صاحب:۔ بہت خوب!
شیخ صاحب:۔ تسلیم

قتل عشاق کی بے کار قسم کھاتے ہو
ہم نہ مانیں گے اگر ہاتھ میں تلوار نہ ہو

اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے ایک پرچہ منشی احمد حسن کو دیا

منشی صاحب:۔ (رقعہ پڑھ کے) لیجیے، مرزا صاحب تشریف نہیں لائیں گے، غزل تازہ تصنیف بھیج دی ہے۔

میں نے آدمی سے پوچھا "کرتے کیا ہیں؟"

آدمی:۔ (مسکرا کے) جی حضور سکندر باغ سے سر شام بہت سے انگریزی درختوں کے نانڈے لے کے آئے ہیں۔ ان کو گول حوض کے کنارے پتھروں کے اندر سجا رہے ہیں۔ مالی پانی دیتا جاتا ہے۔

رسوا:۔ جی ہاں، انہیں اپنے اعمال سے فرصت کہاں جو مشاعرے میں تشریف لائیں۔

منشی صاحب:۔ واللہ کیا صحبت کو بے لطیف کیا ہے۔ نہ آئے نا، اچھا غزل ہی پڑھ دیجیے۔

رسوا:۔ مجھ سے تو کچھ نہ پڑھوائیے گا؟

منشی صاحب:۔ ہاں خوب یاد آیا، اچھا تو پہلے آپ پڑھ لیجیے۔

رسوا:۔

نہ پوچھو ہم سے کیوں کر زندگی کے دن گزرتے ہیں
کسی بے درد کی فرقت میں جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
کوئی ان سے کہے دل لے کے بھی یوں ہی مکر جانا
عدو کے سامنے جو گالیاں دے کر مکرتے ہیں
ابھی تو ہنس رہے ہیں مدعی ذوق جراحت پر
نہ پوچھو اس مزے کو جب نمک زخموں میں بھرتے ہیں
تماشا ہو جو ان کا بوسہ لے کر ہم مکر جائیں

بہت جو چاہنے والوں کا دل لے کر مکرتے ہیں
انہی کا نام لے لے کر کوئی فرقت میں مرتا ہے
کبھی تو وہ بھی سن لیں گے جو بدنامی سے ڈرتے ہیں
بگاڑا ہم کو قسمت نے تو پھر بنتا نہیں ممکن
وہ گیسو ہیں کسی کے جو بگڑ کے پھر سنورتے ہیں
کبھی شانے سے الجھے وہ، کبھی آئینے کو توڑا
سنورنے میں بگڑتے ہیں، بگڑنے میں سنورتے ہیں
ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گی ادائیں ان کے جوبن کی
دوپٹہ اوڑھ کر آڑا جو چلنے میں ابھرتے ہیں
ادا سے ناز کو رسوا، ہے دعویٰ پارسائی کا
کوئی پوچھے تو آخر مرنے والے کس پہ مرتے ہیں

احباب نے ہر شعر کی داد دی۔ رسوا نے سر تسلیم خم کیا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کی غزل پڑھنا شروع کی:

کل رات کو انہیں جو کہیں دیر ہو گئی
دنیا ہماری آنکھوں میں اندھیر ہو گئی
مرنے کے دن قریب ہیں شاید کہ اے حیات
تجھ سے طبیعت اپنی بہت سیر ہو گئی
بیہودہ خواہشوں نے نہ جینے دیا ہمیں
ان موذیوں سے عقل اگر زیر ہو گئی
اے موت! تجھ کو کیا ہوا تو ہی بلا سے آ
ان کو تو آتے آتے بڑی دیر ہو گئی
میری تباہیوں کی تمہیں اب خبر ہوئی
کیا پوچھتے ہو عمر یوں ہی تیر ہو گئی
آج ان سے ہم نے آنے کا وعدہ کیا تو ہے
دم ہی نکل گیا جو کہیں دیر ہو گئی

kitaabiyat.pk

ٹلنا تھا میرے پاس سے اے کاہلی تجھے
کم بخت تو تو آ کے یہیں ڈھیر ہو گئی
دبکی ہوئی تھی گربہ صفت خواہش گناہ
چمکارنے سے پھول گئی، شیر ہو گئی
مرزا مشاعرے میں نہ تشریف لائیں گے
تا چند انتظار؟ بڑی دیر ہو گئی

اس کے بعد مظہرالحق نامی ایک شاعر، کہیں باہر کے رہنے والے، جو اس وقت اتفاق سے وارد مشاعرہ تھے، انہوں نے یہ نظم پڑھی:

ہے ہمارے مشاعروں کا یہ حال
جس کی اب نقل کرتے ہیں نقال
روش اہل فن پہ ہنستے ہیں
رنگ بزم سخن پہ ہنستے ہیں
کیا زمانے میں غدر ہے توبہ
شاعری کی یہ قدر ہے توبہ
گو کہ پاس ادب نہیں کرتے
ہجو کچھ بے سبب نہیں کرتے
چلتے ہیں شاعران خوش تقریر
اپنے ہمراہ لے کے جم غفیر
کب سخن ور اکیلے جاتے ہیں
قدر دانوں کو لے کے آتے ہیں
جاتے ہیں معرکوں میں فوج سمیت
ساتھ ہوتے ہیں بے شمار پھندیت
جن کے ہم راہ یہ ہجوم نہ ہو
کبھی ان کی غزل کی دھوم نہ ہو
اک ادھر واہ واہ کرتا ہے

اک ادھر آہ آہ کرتا ہے
واہ کیا طرز درفشانی ہے
واہ کیا وضع خوش بیانی ہے
کوئی کہتا ہے "واہ کیا کہنا
فی الحقیقت ہے یہ نیا کہنا
اس سے بہتر کہے گا کیا کوئی
کب ہے استاد آپ سا کوئی
اس زمانے میں آپ یکتا ہیں
واقعی فخر میر و مرزا ہیں
کب میسر تھا ان کو حسن کلام
کچھ نہ تھے وہ، فقط ہے نام ہی نام
ان کے دیواں میں کب یہ نشتر ہیں
بخدا ! آپ ان سے بہتر ہیں
ان سے واللہ ! آپ اچھے ہیں
ثم باللہ ! آپ اچھے ہیں
کہیں بڑھ کر ہے آپ کا انداز
نکتہ سنجی ہے یا کہ ہے اعجاز
آپ قدرت نمائے معنی ہیں
فی الحقیقت خدائے معنی ہیں
آپ کے آگے کون منہ کھولے
کس کا مقدور ہے جو کچھ بولے
ہے یہ انداز آپ کا حصہ
ہے یہ اعجاز آپ کا حصہ
دل میں ہم خوب کر چکے ہیں غور
آپ ہی آپ ہیں، نہیں کچھ اور

kitaabiyat.pk

آپ ایسے ہیں، آپ ویسے ہیں
ہم سمجھتے ہیں آپ جیسے ہیں
آپ کیا قدر اپنی پہچانیں
پوچھیے ہم سے، آپ کیا جانیں
آپ کا کام ہے ہوا بندی
آپ پر ختم ہے ادا بندی
ایسے شاعر ہوئے تھے کب، پیدا
نہ ہوئے تھے نہ ہوں گے اب پیدا
الغرض بے تکی اڑاتے ہیں
بجھے جاتے ہیں، لوٹے جاتے ہیں
ان کی تعریف ہے وہ لا طائل
جس سے دکھتا ہے دوسروں کا دل
منہ سے وہ شعر ادھر نکالتے ہیں
یہ ادھر ٹوپیاں اچھالتے ہیں
جن کی تعریف کا تھا یہ مذکور
اپنے دل میں بہت ہی ہیں مسرور
اگر اس میں کسی کو غصہ آئے
کچھ تعجب نہیں کہ لٹھ چل جائے
نہیں یہ بات کچھ تعجب کی
بلکہ اکثر ہوا ہے ایسا بھی
پڑھتے ہیں لفظ لفظ رک رک کے
ہو رہے ہیں سلام جھک جھک کے
گو بہ ظاہر ہے انکسار بہت
دل میں ہے جوش افتخار بہت
کس قدر تنتے ہیں برتتے ہیں

خود بھی تعریف اپنی کرتے ہیں
ہوتی ہے لفظ لفظ کی تشریح
ہوتی ہے بات بات کی تصریح
کیوں نہ ہوں اپنی مدح کے شائق
جانتے ہیں کہ ہم ہیں اس لائق
کس قدر دور ہیں معاذ اللہ !
کیسے مغرور ہیں معاذ اللہ !
نکتہ فہم ایسے، نکتہ داں ایسے
شاعر ایسے ہیں، قدر داں ایسے
جھوٹی تعریف کی حقیقت کیا
جب حقیقت نہ ہو تو لذت کیا
اس میں کیا حظ ہے یہ مزا کیا ہے
کوئی پوچھے انہیں ہوا کیا ہے
گو کہ میری مذمتیں ہوں گی
میں سمجھتا ہوں جو گتیں ہوں گی
صاف گوئی کی داد پاؤں گا
میں بھی اپنی مراد پاؤں گا
کیا غرض ہے جو میں کسی سے ڈروں
بات سچی ہے کیوں نہ کہہ گزروں
مجھ کو بھاتی نہیں لگی لپٹی
بلکہ آتی نہیں لگی لپٹی
طرز اہل سخن سے ناخوش ہوں
روش اہل فن سے ناخوش ہوں
شاعری ہے اگر اسی کا نام
دور سے ایسی شاعری کو سلام

kitaabiyat.pk

اس نظم کی انصاف پسند احباب نے بڑی تعریف کی۔ ہر شعر پر اہل محفل تعریف کرتے جاتے تھے۔ منشی صاحب پر وجد کا عالم طاری تھا، امراؤ جان جھوم رہی تھیں۔ اور میرا جو حال تھا وہ میرے ہی دل سے کوئی پوچھے۔

منشی صاحب:۔ ہاں جناب آغا صاحب! اب آپ کچھ عنایت فرمائیے۔

آغا صاحب:۔ بہت خوب! مطلع اول ملاحظہ ہو۔

کہیں سامان ایسے ہوں تو کچھ دل کو مرے کل ہو
مٹر ابلے ہوئے ہوں اور اک ٹھرے کی بوتل ہو

احباب:۔ آغا صاحب، کیا مقطع فرمایا ہے!

آغا صاحب:۔ اے حضرت! ابھی آپ نے سنا ہی کیا ہے، دوسرا مطلع سنیے۔

وہ مضموں ڈھونڈ کر باندھوں کہ جو اشکل سے اشکل ہو
کہوں وہ مطلع ثانی کہ جو اول سے اول ہو

احباب:۔ بے شک، اول سے اول ہے۔

آغا صاحب:۔ لے اب شعر ملاحظہ ہوں:

(اس شعر کا رخ نواب صاحب کی طرف تھا، جو جالی کا کرتا، ہلکا بادامی رنگا اور باریک ململ کا انگرکھا پہنے، بند کھولے ہوئے بیٹھے تھے اور ایک نہایت نفیس پنکھیا ہاتھ میں تھی، اسے جھلتے جاتے تھے)۔

اگر جاڑے میں تو مل جائے تو کیا غم ہے جاڑے کا
تری زلفیں ہوں شانے پر دوشالہ ہو نہ کمل ہو

احباب:۔ تعریف۔

آغا صاحب:۔

کہو بے چارگی میں بھی طبیعت خوش رکھے مجنوں
کہ چر لے ناقۂ لیلیٰ ہری جب دل کی کونپل ہو

پنڈت جی:۔ سبحان اللہ! اور تو اور یہ بے چارگی سے کیا چارہ نکالا ہے!

احباب:۔ واللہ سمجھے بھی خوب! سمجھ ہو تو ایسی ہو، نہیں تو نہ ہو۔

آغا صاحب:۔ نہ ہو! اچھا اب یہ شعر سنیے:

کہو عشاق سے اپنے کہ ضبط گریہ فرمائیں

رکے گا راستہ گھر کا، اگر کوچے میں دلدل ہو

شیخ صاحب:۔ اچھی کہی!

رسوا:۔ (خان صاحب سے) آپ کیوں سکوت میں ہیں، کوئی اعتراض نکالیے؟

آغا صاحب:۔ ہاں جناب! سکوت قدر شناس ٹھیک نہیں ہے۔

خان صاحب:۔ آپ میری تعریف کو تحسین ناشناس نہ سمجھیے؟ اس لیے چپ ہوں۔

آغا صاحب:۔ نہیں حضرت، میری ایسی الٹی سمجھ نہیں ہے۔ احباب اس فقرے پر لوٹ گئے۔

آغا صاحب:۔ ملاحظہ ہو

ہمیں رشک آئے اپنے سے ہمیں سے غیر پیدا ہو
ہم ایسے دو نظر آئیں اگر معشوق احول ہو

احباب:۔ آغا صاحب! سبحان اللہ! کیا نازک خیالی ہے۔

آغا صاحب:۔

ابھی کم سن ہیں، ان کو شوق ہے لنگڑ لڑانے کا
نکلا ڈور کا ہو اک، نہ کنکیا نہ تکل ہو

اس شعر کا رخ بھی نواب صاحب کی جانب تھا، اس لیے کہ آپ ہی کی سرکار عالی جاہ سے کنکوے کی برات بڑی دھوم سے نکلی تھی۔

آغا صاحب:۔

کوئی ان سے کہے جو شعر معنی بند کہتے ہیں
کھلے کیا راز سربستہ جو دروازہ مقفل ہو

رسوا:۔ آغا صاحب! کیا کہنا! امراؤ جان! ذرا سنا، کیا شعر کہا ہے۔

امراؤ جان:۔ سبحان اللہ! میں پہلے ہی سمجھ گئی۔ جو چاہیں کہیں، مالک ہیں۔

آغا صاحب:۔ تو صاحب کیوں نہیں کہتیں کہ دوزخ کا دربان ہوں۔ اچھا سنیے۔

کسی صورت سے بہلائیں گے اس معشوق کم سن کو
ڈبل پیسہ نہ ہو، ریوڑی نہ ہو تو گول گیلی ہو

احباب:۔ کیا کہنا!

آغا صاحب:۔

کبھی گالی سنا بیٹھے، کبھی جوتے لگا بیٹھے
حکومت کا مزا آئے اگر معشوق ارذل ہو

خان صاحب:۔ درست، مگر آپ کی شرافت سے بعید ہے۔

آغا صاحب:۔ جناب شریف کون ہے اس زمانے میں۔

خدا کے فضل سے اترا تھا کیا ہی عرش سے جوڑا
نہ مجھ سا کوئی گرگا ہو نہ تم سی کوئی شفتل ہو

نواب صاحب:۔ خوب! مگر روئے سخن کس کی طرف ہے؟

آغا صاحب:۔ یہ تو آپ ہی خوب سمجھ سکتے ہیں، اس لیے کہ آپ محرم راز ہیں۔ السوء عند کرام الناس مکتوم۔

خان صاحب:۔ آپ جواب دیجیئے۔

آغا صاحب:۔ آپ کیا جواب دیں گے۔ یہ شعر سنیئے۔

ہم اس نازک ادا کی شوخیوں پر جان دیتے ہیں
شتر کے جس میں غمزے ہوں، فرس کی جس میں چھلبل ہو

احباب:۔ واہ ری ہمت!

آغا صاحب:۔ اچھا نہ سہی، یہ سنیئے۔

میں دل کو چیر ڈالوں گا جو تم پہلو سے اٹھ جاؤ
میں آنکھیں پھوڑ ڈالوں گا جو تم آنکھوں سے اوجھل ہو

احباب:۔ خوب!

آغا صاحب:۔

تمہاری سادگی میں کچھ عجب عالم نکلتا ہے
نہ چوٹی ہو، نہ کنگھی ہو، نہ مسی ہو، نہ کاجل ہو

امراؤ جان:۔ اوئی! تو کیا دن رات سر جھاڑ منہ پہاڑ بیٹھا رہے؟

آغا صاحب:۔ سادگی کا یہی مزا ہے، اور دوسرے خرچ کی بھی کفایت ہے۔ (اس مذاق میں لطف یہ ہے کہ امراؤ جان کسی قدر خسیں مشہور تھیں)۔

لگا ہم سے وہ جب مانگیں انہیں چپکے سے ہم دے دیں

نہ بک بک ہو، نہ جھک جھک ہو، نہ کچ کچ ہو، نہ کل کل ہو

احباب:۔ کیا مصرع کہا ہے!

خان صاحب:۔ اوپر کا مصرع بھی خوب لگایا۔ وہی ارذل کی رعایت چلی جاتی ہے۔

(امراؤ جان ہنستے ہنستے لوٹی جاتی تھیں)۔

آغا صاحب:۔ اچھا تو اب ایسے شعر نہ پڑھیں گے۔ ہمارا معشوق ذلیل ہوا جاتا ہے۔ نازک خیالی سنیئے۔

تری نازک کمر کے باب میں چہلک بنا دیں گے
وہ کیا سمجھے یہ باریکی طبیعت جس کی گٹھل ہو

خان صاحب:۔ میں تسلیم کیے لیتا ہوں، میری طبیعت ایسی ہی ہے جیسا آپ ارشاد فرماتے ہیں، مگر برائے خدا اس چہلک کے معنی سمجھا دیجئے۔

آغا صاحب:۔ خیر خاطر ہے، سن لیجیے۔ محاسب لوگ خانہ پری کے لیے بجائے ندارد کے (X) نشان بنا دیا کرتے ہیں، اس لیے اس سے یہ مطلب نکلا کہ کمر معدوم ہے۔ دوسرے ایک خط نے بیچوں بیچ سے دوسرے کو کاٹ دیا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ معشوق کی کمر کٹی ہوئی اور پھر جڑی ہوئی بھی ہے۔

خان صاحب:۔ یہ کیوں کر؟

آغا صاحب:۔ اب اس باریکی کو نہ پوچھیے۔ خیر حضرات واضح ہو کہ چہلک علم ریاضی میں علامت جمع کی ہے۔ لطف یہ ہے کہ علامت کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔

مطلب یہ نکلا کہ کمر باوجود معدوم ہونے کے جسم کے دونوں حصوں کو جوڑے ہوئے ہے۔

احباب:۔ حضرت! بس نازک خیالی کی حد ہو گئی! جو کوئی اتنا علم جانتا ہو وہ آپ کے شعر سمجھے۔

آغا صاحب:۔ اسی سے تو میں ایسے ویسوں کے سامنے پڑھتا نہیں۔ افسوس! استاد مرحوم زندہ نہ ہوئے، نہیں تو ان شعروں کی کچھ داد ملتی۔ اب سمجھنے والوں میں کون رہ گیا ہے۔ خیر آپ یہ مقطع سن لیجیے۔ طبیعت کو کافت ہو گئی، کوئی قدر داں نہیں ہے۔

بس اے قزاق بس! طبع قیامت خیز کو روکو
غضب ہو جائے گا فوج مضامیں میں جو ہلچل ہو

احباب:۔ مقطع پھر عنایت ہو۔ (آغا صاحب نے دوبارہ پڑھا)۔

نواب صاحب:۔ کیا زبردست تخلص رکھا ہے، قزاق!

آغا صاحب:۔ معاف فرمائیے گا ہے تو کچھ ایسا ہی، مگر کچھ ایسا نازیبا نہیں ہے۔ ایک تو خاندانی اعتبار سے، اس لیے کہ فدوی کے آباؤ اجداد دشت قبچاق میں لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ دوسرے اس سبب سے کہ استاد مرحوم سارق تخلص فرماتے تھے، اور یہ کچھ ایسا نامناسب بھی نہ تھا، اس لیے کہ (ان کی روح نہ شرمندہ ہو) عمر بھر اگلے شاعروں کے مضمون چرا چرا کے شعر موزوں فرمایا کیے۔ سارا دیوان ملاحظہ کر لیجیے، شاید ہی کوئی شعر نیا ہو۔ جب اشہب خامہ کی لگام میرے دست اقتدار میں آئی تو میں نے سرقے کو اپنی شان کے منافی سمجھ کے قزاق تخلص رکھ لیا۔ کچھ نہ سہی اس میں ایک طرح کا بانکپن تو ہے۔ بندے کا یہ دستور رہا ہے اور رہے گا کہ شعرائے ماضی و حال و استقبال کے مضامین زبردستی چھین کر اپنے قبضہ و تصرف میں کر لوں گا۔

نواب صاحب:۔ بہت مبارک!

مشاعرہ ختم ہونے کے بعد فالسے کی برف جمائی گئی، اس کی دو دو قلفیاں احباب نے نوش کیں۔ سب اپنے اپنے مکان تشریف لے گئے۔ اس کے بعد دستر خوان بچھا۔ منشی صاحب نے اور میں نے اور امراؤ جان نے کھانا کھایا۔

منشی صاحب:۔ (امراؤ جان سے) ذرا اپنا وہ مقطع پڑھیے جو آپ نے پہلے پڑھا تھا۔

امراؤ جان:۔ کس کو سنائیں حال دل زار اے ادا
آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

منشی صاحب:۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کے حالات بہت ہی دل چسپ ہوں گے۔ جب سے آپ نے یہ مقطع پڑھا ہے مجھے یہی خیال ہے۔ اگر آپ اپنی سرگزشت بیان کریں تو لطف سے خالی نہ ہو گا۔

میں نے بھی منشی صاحب کے کلام کی تائید کی، مگر امراؤ جان پہلو بچاتی تھیں۔ ہمارے منشی صاحب مہربان کو ابتدائے سن سے قصے کہانیوں کا بڑا شوق تھا۔ "الف لیلہ"، امیر حمزہ کی داستان کے علاوہ "بوستان خیال" کی کل جلدیں نظر سے گزری ہوئی تھیں۔ کوئی ناول ایسا نہ تھا جو آپ نے نہ دیکھا ہو، مگر لکھنؤ میں چند روز رہنے کے بعد جب اہل زبان کی اصلی بول چال کی خوبی کھلی، اکثر ناول نویسوں کے بے تکے قصے، مصنوعی زبان اور تعصب آمیز بیہودہ جوش دلانے والی تقریریں آپ کے دل سے اتر گئی تھیں۔ لکھنؤ کے بامذاق لوگوں کی گفتگو بہت ہی پسند آئی تھی۔ امراؤ جان کے اس مقطع